اسلام اور وحدت ادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین
وآلہ الطاہرین

میرا جہاں تک مطالعہ ہے "وحدتِ ادیان" کی لفظ تیرہویں صدی کے بعد بعض مذاہب مستحدثہ کے لٹریچر سے لوگوں کے گوش گزار ہوئی اور اب اکثر سیاسی طور پر اہل مذاہب میں یک جہتی کی تبلیغ یا باہمی نفرت کے کم کرنے کے نیک مقصد سے یہ جملہ تقریروں یا تحریروں میں آتا ہے کہ حقیقت میں سب مذہب ایک ہیں اور غالباً اسی نیک مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس سیمینار میں زیر بحث آنے والے عناوین کی فہرست میں ایک عنوان یہ قرار دیا گیا جسے واقع شدہ یا ممکنہ غلط فہمیوں کو دور کرنے اور صحیح پہلو کو سامنے لانے کی غرض سے میں نے اپنے ذمہ لیا اور اسی پر اس وقت تبصرہ کرنا ہے۔

"ادیان" کی لفظ جو "دین" کی جمع ہے خود اپنی ساخت کے لحاظ سے اُس کثرت کا پتہ دیتی ہے جو "وحدت" کی ضد ہے اور یہ کثرت باہمی "اختلاف" کے ساتھ لازم و ملزوم کا تعلق رکھتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سب باتیں ایک ہی ہوں تو "دین" کے بجائے "ادیان" ہو کیوں کر سکتے ہیں۔ لہٰذا سب نہیں تو کچھ باتیں ضرور ایسی ہیں جو الگ الگ مذاہب ہی وہ "ادیان" سمجھے اور کہے جا سکتے ہیں۔ اب جبکہ ادیان کی لفظ ساتھ

اختلافات کا تصور ناگزیر ہے تو کیا عقلی طور پر یہ ادیان سب مطابق حقیقت ہو سکتے ہیں؟ یہاں پر ایک چلا ہوا جملہ یہ ہے کہ راستے الگ الگ ہیں، منزل سب کی ایک ہے۔ مگر معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات طریق عبادت کے اختلاف میں تو عقلی طور پر بو صحت کا امکان رکھتی ہے چنانچہ یہ اختلاف عمل ایک ہی وقت میں کسی ایک دین کے پیرووں میں بھی ہو سکتا ہے مثلاً کئی مسلمان ہیں اور ایک ہی وقت میں ان میں سے ایک خیرات دے رہا ہو، ایک کسی ڈوبتے کو بچا رہا ہو اور ایک کسی گرتے کو سنبھال رہا ہو۔ ان کا عمل مختلف ہے مگر صحیح محل پر ہونے کی صورت میں سب کے ذریعہ سے رضائے الٰہی کا حصول ہو سکتا ہے جو ایک مسلمان کی منزل مقصد سمجھا جا سکتا ہے یہ اختلاف برا نہیں ہے بلکہ کبھی تقسیم عمل کے اصول پر یہ اختلاف ضروری ہو جاتا ہے مگر "ادیان" کا یہ عملی تو شریعت یعنی قانون عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اصل ادیان کا اختلاف تو اعتقادات کی منزل میں ہوتا ہے جو نظری اختلاف ہے۔ نظریات کے اختلاف میں یہ بات کسی طرح ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ وہاں اگر راستے الگ الگ ہیں تو وہ کسی بھی منزل پر پہنچ کر ایک نہیں ہو سکتے ایک چیز کے متعلق کوئی "ہاں" کہتا ہو اور کوئی "نہیں" تو ان میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے۔ یا کسی ایک ذات کو کوئی ایسا جانتا ہے اور کوئی ویسا تو اس صورت میں عقلاً یہ امکان تو ہے کہ دونوں غلط ہوں اور وہ کسی اور طرح کا ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں باتیں ٹھیک ہوں۔ اب جو درست نقطہ ہے وہ حق ہوگا اور جو غلط ہے وہ باطل قرار پائے گا اس اعتبار سے جب راستے الگ الگ ہیں تو ان میں ایک ہی راستا درست ہے اور وہ صحیح راستا قرآن کی لفظوں میں "الصراط المستقیم" ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوا "سیدھا راستا" علمائے ریاضی نے "خط مستقیم" کی تعریف جو کی ہے وہ بالکل درست ہے کہ دو نقطوں کو ملانے والا سب سے چھوٹا خط جو ہو وہ خط مستقیم ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ریل کی سڑک کی طرح جو چلنے والے کو اکثر سیدھی محسوس ہوتی ہے مگر زیادہ تر وہ دور ہوتی ہے ظاہری نگاہ سے سیدھا محسوس ہونے کے اعتبار سے کسی شاعر نے کہہ دیا:

"راہ راست برو گرچہ دور باشد"

مگر حقیقت کے لحاظ سے یہ غلط ہے کیونکہ جو دور ہو وہ آنکھوں کو چاہے راہ راست نظر آتی ہو مگر وہ کج ضرور ہے جب ہی وہ رہ ہوئی حد نہ جو بالکل راست راہ ہو وہ "دور" ہو ہی نہیں سکتی یہی "الصراط المستقیم" وہ ہے جو "صراط الحق" ہو سکتا ہے جسے عقل ہی کی طرح قرآن بھی بس ایک ہی بتاتا ہے۔ اس میں کثرت کا شائبہ نہیں ہے۔ تاکہ "ادیان" کا تصور صحیح ہو۔

اور اس سے قرآن کی روشنی میں جو حقیقت ثابت ہوتی ہے وہ "وحدت دین" ہے نہ کہ "وحدت ادیان" اور اسی کے لحاظ سے "رشد و ہدایت" اور "ضلال و غوایت" کی تفریق قائم ہوئی ورنہ سب راستے اگر منزل تک پہنچتے ہوں تو ضلالت کا امکان ہی کہاں ہے؟

قرآن کریم کا پہلا ہی صفحہ لیجئے اور کسی مسلمان کو تو صفحہ الٹ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر نماز کا ضروری جزو ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان کو اس کا حفظ ہونا لازم ہے تو سورۂ حمد ہی کے آخری جملے دیکھیے:۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط	ہماری ہدایت فرما سیدھے راستے کی طرف
الذین انعمت علیھم غیر المغضوب	راستا ان کا جنھیں تو نے اپنی نعمت سے نوازا ہے
علیھم ولا الضالین	نہ ان کا جو مورد غضب ہیں اور نہ گمراہوں کا۔

حالانکہ یہ جماعتیں جنھیں "المغضوب علیھم" اور "الضالین" کہا گیا ہے کچھ ادیان کی حلقہ بگوش نہیں تو اگر بنام دین جو شے اختیار کر لی جائے وہ حق ہی ہوتی تو وہ جماعتیں "مغضوب علیھم" اور "ضالین" ہوتیں ہی کیوں؟

یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ غلط راستا کبھی غلط سمجھنے کے باوجود صرف کسی عصبیت یا عناد کی بنا پر اختیار کیا جاتا ہے تو یہ انسان کو "مغضوب علیھم" میں داخل کرتا ہے اور کبھی یہ غلط راستا راہ حق کی طلب میں تساہل کی وجہ سے غفلت میں مبتلا ہو کر صحیح سمجھتے ہوئے اختیار کیا جاتا ہے تو وہ چاہے اس حد تک مورد غضب نہ بنائے کہ اس جماعت کا لقب ہی "مغضوب علیھم" قرار پائے پھر بھی "ضالین" میں تو داخل کر ہی دیتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ راستے کے غلط ہونے کی وجہ سے منزل گم ہو جاتی ہے۔

وہ راستا جس کا اختیار کرنا منزل مقصد تک پہنچانے کا سبب ہو سکتا ہے قرآنی

اصطلاح میں الحق ہے۔ الھدیٰ ہے۔ اور اسی کو واحد لفظ کے ساتھ السبیل کہا گیا ہے اور وہی الف لام تعریف کے ساتھ جو فردِ واحد کی طرف اشارہ کا حامل ہے الدّین قرار دیا گیا ہے۔ اُسی کی طرف رہنمائی کو اللہ نے اپنی ذمہ داری قرار دیا ہے :-

انّ علینا للھدیٰ (نحل ۱۲) بلاشبہ ہمارے ذمہ ہے ہدایت کرنا

اسی کا تخلیق کے ساتھ تمام نوعِ انسانی کو ایک وحدت قرار دے کر اس طرح اعلان کیا ہے کہ :-

انا ھدینٰہ السبیل (الدھر ۳) ہم نے اس کی ایک خاص راہ کی طرف ہدایت کی

جبکہ اصل ہادی اللہ ہے اور اُس کی ہدایت السبیل یعنی واحد راستے کی طرف ہے تو اُس نے اپنی ہدایت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ہر خطۂ ارض میں اور ہر قوم کے اندر اپنی طرف سے رہنما بھیجے۔ اس کے لیے قرآن میں ارشاد کیا ہے :-

ولکل امۃ رسول (یونس آیت ۴۷) ہر قوم کے لیے ایک پیغمبر ہوا ہے۔

چونکہ یہ سب ایک رہنما یعنی اللہ کے ترجمان تھے اس لیے ان سب کا پیغام ایک ہی تھا اور وہ ایک ہی راستے یعنی دینِ واحد کی طرف دعوت دیتے رہے۔ ان میں اہم اصول کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ یہ دینِ واحد قرآن کی اصطلاح میں "اسلام" ہے جس کے معنی ہیں خالق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اسی لیے اُسے دینِ کائنات کہا گیا ہے کہ جتنی مخلوق ہے وہ سب غیر ارادی طور پر بھی اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے اور اسی کے ارادی طور پر اختیار کر لینے کی افرادِ انسانی کو تمام انبیا دعوت دیتے رہے۔

اسی حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے :-

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون

(آل عمران ۸۳)

کیا دینِ الٰہی کے علاوہ کچھ یہ چاہتے ہیں حالانکہ اُس کے لیے اسلام اختیار کیے ہوئے ہیں وہ جو آسمان میں ہیں اور زمین میں خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے اور اُسی کی طرف رجوع ہونا ہے۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب

کوئی انسان ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے اُسے

والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ولا یأمرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون

(آل عمران ۷۹-۸۰)

کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی ہو پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا تم میرے بندے بن جاؤ مگر (اس کا پیغام تو یہی ہوگا کہ) تم اللہ والے بنو جیسی طرح تم کتاب کی تعلیم دیتے رہے ہو اور جیسا تم پڑھتے رہتے ہو اور وہ اسکا حکم دے سکتا ہے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنا لو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا بعد اس کے کہ تم مسلم تھے۔

اور چونکہ ان سب کا راستا ایک ہے اس لیے صراطِ مستقیم کا تعارف اس طرح کرانا درست ہوا کہ :-

صراط الذین انعمت علیھم — اُن کا راستا جنھیں تو نے اپنی نعمت سے نوازا ہے

اور پھر بتایا کہ جنھیں اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا وہ کون ہیں؟ اس طرح کہ

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین

(نساء ۶۹)

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں وہ تو یہ اُن کے ساتھ ہیں جنھیں اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین

اسی حقیقت کا کہ گزشتہ انبیاء نے اسی دین (اسلام) کی تبلیغ کی، اس طرح بھی بیان ہوا ہے کہ :-

ووصّٰی بھا ابراھٖمُ بنیہ ویعقوب یٰبنیّ ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (بقرہ ۱۳۲)

اور اسی کی ہدایت کی ابراہیم نے اپنی اولاد کو اور یعقوب نے "اے میرے فرزندو! اللہ نے تمہارے لیے ایک خاص دین کو منتخب کر لیا ہے لہذا تم دنیا سے نہ اٹھنا مگر مسلم ہونے کی حالت میں۔

اور اس پر اس طرح بھی روشنی ڈالی گئی ہے :-

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب — اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب

كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داؤد وسليمن وايوب ويوسف وموسى وهرون وكذلك نجزي المحسنين وزكريا ويحيى وعيسى والياس كل من الصالحين واسمعيل واليسع ويونس ولوطا وكلا فضلنا على العالمين ومن اباءهم وذرياتهم واخوانهم واجتبيناهم وهديناهم الى صراط مستقيم ذلك هدى الله يهدي به من يشاء من عباده ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون۔ (انعام ۸۴-۸۹)

ایسی اولاد عنایت کی جن میں سے ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو اس سے پہلے ہم نے ہدایت دی تھی اور ان کی نسل میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم حسن عمل قائم کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس ہر ایک ہی نیکوکاروں میں سے تھا اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط ہر ایک کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی اور ان کے آباء و اجداد میں اور ان کی نسل میں اور ان کے بھائیوں میں سے اور انھیں ہم نے منتخب کیا اور انھیں ہدایت عطا کی ایک سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی خصوصی ہدایت ہے جس سے وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے نوازتا ہے اور اگر یہ لوگ بھی شرک اختیار کرتے تو جتنے نیک اعمال ان کے تھے سب اکارت چلے جاتے۔

پھر یہ بھی بتایا کہ یہی انبیاء نہیں ہیں جن کے نام لیے گئے بلکہ اور بھی اللہ کے پیغمبر تھے جن کے نام اور تذکرے قرآن میں نہیں آئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

ورسلا قد قصصناهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك وكلم الله موسى تكليما رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل (نساء ۱۶۴-۱۶۵)

اور کچھ پیغمبر ایسے ہیں جن کے واقعات ہم نے پہلے آپ سے بیان کیے ہیں اور کچھ پیغمبر جن کے واقعات آپ سے بیان نہیں کیے اور اللہ نے موسیٰ سے پورے طور پہ کلام کیا یہ سب پیغمبر ثواب اور عذاب کی خبریں سناتے تھے تاکہ انسانوں کے پاس اللہ کے سامنے

کوئی حجت باقی نہ رہے۔

معلوم ہوا کہ مقصد تمام پیغمبروں کے بھیجے جانے کا بندوں کی حجت کو قطع کرنا ہے اور یہ اتمام حجت اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب پیغام ان سب کا ایک ہو ان میں آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما يشركون (توبہ ۳۱)

اور وہ کبھی نہیں مامور ہوئے کسی بات پر سوا اس کے کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں کوئی خدا نہیں سوا اس کے، وہ بری ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

جبکہ دین اصلی ایک تھا۔ وہی حق تھا، وہ صراط مستقیم تھا، وہی صراط الٰہی تھا اور یہی تمام انبیاء کا متحدہ پیغام تھا تو جو ان انبیاء کے سلسلہ کی آخری کڑی اور فرد اکمل ہو کر آئے اس کا بھی پیغام وہی ہو سکتا ہے جو اس کے پیش روؤں کا پیغام تھا۔ اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو بھی متعدد جگہ قرآن مجید میں پیش کیا گیا ہے۔ کہیں بطور سوال اس طرح :۔

افلم يدبروا القول ام جاءهم ما لم يات اباءهم الاولين (المومنون ۶۵)

تو کیا انھوں نے اس پیغام پر غور نہیں کیا؟ یا واقعی ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے والے آباء و اجداد کے پاس نہیں آئی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ وہی پیغام ہے جو تمام انبیاء کا پیغام رہا ہے۔ یہ ان کی نافہمی ہے کہ یہ اسے کوئی نئی چیز سمجھ رہے ہیں۔ اور کبھی اس طرح :۔

انا ارسلناك بالحق بشيرا ونذيرا وان من امة الا خلا فيها نذير (فاطر ۲۴)

ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ثواب اور عذاب کی خبر دینے والا اور (یہ کوئی نئی بات نہیں) کوئی قوم نہیں مگر یہ کہ اس میں کوئی ہدایت کرنے والا آیا ہے۔

بل جاء بالحق وصدق المرسلين (صافات ۳۷)

بلکہ یہ پیغمبر حق کا پیغام لے کر آیا ہے اور

اس نے اور تمام پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

انک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض (شوریٰ ۵۲)

بلاشبہ آپ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں، وہ راستہ ہے اللہ کا جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

قل ما کنت بدعا من الرسل (احقاف ۹)

کہیے کہ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا نہیں ہوں۔

اور اس پیغام کے متحد ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ جو اس رسول پر ایمان لائے گا وہ اُن تمام پیغمبروں پر جو آپ کے پہلے تھے ایمان رکھتا ہو گا، چاہے اُن پیغمبروں کا نام نہ جانتا ہو لیکن چونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ کا جو پیغمبر ہو چاہے وہ کہیں بھی ہو اُس کی دعوت یہی تھی اس لیے ان کی صفت یہ ہے کہ :۔

یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ ۴)

وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر اترا ہے اور اُس پر بھی جو آپ سے پہلے اترا ہو۔

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل و اسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ (بقرہ ۱۳۶)

کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوا اور جو تمام اور پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں کسی میں بھی تفرقہ نہیں کرتے اور ہم اُس کے لیے اسلام اختیار کیے ہوئے ہیں۔

بالکل یہی مضمون دوسری جگہ اس طرح ہے :۔

قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (آل عمران ۸۴)

اب جبکہ اصل دین ایک ہے اور تمام انبیاء کا پیغام ایک ہی تھا تو یہ ادیان کیونکر ہوئے؟ اس کا سبب "طبعزاد خیالات" ہیں جو کبھی توہم پرستی یا جذبۂ عقیدت میں غلو کی وجہ سے نادانستہ پیدا ہوئے اور کبھی ذوق جدت پسندی یا شوق مذہب تراشی یا شہرت طلبی سے اور کبھی ضد اور کد یا کسی جذبۂ عناد یا حسد سے پیدا ہوئے۔ ان سب کے لیے قرآن مجید نے لفظ "اھواء" صرف کی ہے اور جب چیز آخر الذکر سبب یعنی عناد و حسد اور ضد و کد سے پیدا ہو تو اسے بغیاً بینھم کی لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ان اھواء کے نتیجہ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنام دین کوئی پورا مذہب قائم ہو گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی دین میں جو کسی پیغمبر حق کے ذریعہ سے پہنچا ہے کچھ اضافے اور تبدیلیاں کر دی گئی ہوں۔ پہلی صورت میں تو ممکن ہے کہ وہ "دین" سراسر ہی باطل ہو جس میں حق کا کوئی شائبہ ہی نہ ہو لیکن دوسری صورت میں زیادہ امکان یہ ہے کہ کچھ اجزاء حق کے بھی باطل کے ساتھ شامل ہوں۔

بہر حال مجموعی طور پر یہ سب ہی ادیان دین حق کے حریف مقابل قرار پائیں گے اور کسی دین حق کے پیرو کو ان میں سے کسی کی بھی پیروی جائز نہ ہو گی۔

یہ تمام حقیقتیں قرآن مجید کے آیات سے ثابت ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

لن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر (بقرہ ۱۲۰)

یہودی اور عیسائی آپ سے اُس وقت تک خوش نہیں ہو سکتے جب تک آپ اُن کے مذاہب کے پیرو نہ ہو جائیں۔ کہیے کہ اللہ کی طرف کا دکھایا ہوا راستا اصل راستا ہے اور اگر آپ ان کے "اھواء" کی پیروی کیجیے بعد اس علم کے جو آپ کے پاس آچکا تو آپ کا اللہ کی طرف سے نہ کوئی سرپرست ہو گا اور نہ مددگار

ان الدین عند اللہ الاسلام

اصل دین اللہ کے یہاں اسلام ہے۔

وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیاً بینھم (آل عمران ۱۹)

اور اہل کتاب نے اختلاف نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ اُن کے پاس علم آچکا صرف باہمی "بغی" کی وجہ سے۔

بغی سے مراد ہی ضد اور کد اور عناد اور حسد ہے۔

یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق (نساء ۱۷۱)

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ پر کوئی بات ایسی عائد نہ کرو جو حق نہ ہو۔

قل یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل (مائدہ ۷۷)

کہیے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور ان لوگوں کے "اہواء" کی پیروی نہ کرو جو اس کے پہلے گمراہ ہوئے اور بہت سوں کو گمراہ کیا تھا اور جو راستے سے بھٹک گئے۔

قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون من دون اللہ قل لا اتبع اھواءکم قد ضللت اذاً وما انا من المھتدین۔ (انعام ۵۶)

کہیے کہ مجھے منع کیا گیا ہے اس سے کہ میں عبادت کروں ان کی جن کو تم اللہ کے علاوہ نام لیتے ہو۔ کہیے میں تمہارے "اہواء" کی پیروی نہیں کر سکتا ورنہ گمراہ قرار پاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں ہوں گا۔

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (یونس ۱۹)

سب کا شروع میں ایک دین تھا مگر پھر وہ اختلاف میں پڑ گئے۔

فما اختلفوا الا من بعد ما جاءھم العلم (یونس ۹۳)

تو وہ اختلاف میں نہیں پڑے مگر بعد اس کے کہ اُن کے پاس علم آ چکا۔

یعنی حقیقت کا علم رکھتے ہوئے دانستہ انھوں نے اختلاف پیدا کیا۔

ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیھن۔ (المومنون ۷۱)

اور اگر حق اُن کے "اہواء" کے پیچھے چلے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب کا نظام درہم و برہم ہو جائے۔

فاقم وجھک للدین حنیفاً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون ۔ منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ۔ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً کل حزب بما لدیھم فرحون۔ (روم ۳۰ — ۳۲)

رخ رکھو سیدھے اُس دین کی طرف جو ٹھہرا ہے۔ یہ اللہ کی فطرت ہے۔ جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق کے تقاضوں میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی سیدھا دین ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اُس سے لو لگاتے رہو۔ اور اُس کے غضب سے بچو اور اس کی صحیح عبادت کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو، اُن میں سے جنھوں نے اپنے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہر ایک اُسی میں جو اُس کے پاس ہے مگن ہے۔

آخری جملہ طلب حق میں اُن کے تساہل اور تغافل کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کی بناء پر اُن کا جہل قصوری نہیں بلکہ تقصیری ہو گیا ہے۔ جس پر انسان معذور قرار نہیں پاتا۔

شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ (شوریٰ ۱۳)

اس نے تمہارے لیے وہ دین قرار دیا ہے جس کی اُس نے ہدایت کی نوح کو اور جس کی اُس نے وحی بھیجی آپ کی طرف اور جس کی ہم نے ہدایت کی ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں فرقہ بندی نہ کرنا۔

وما تفرقوا الا من بعد ما جاءھم العلم بغیاً بینھم (شوریٰ ۱۴)

اور وہ تفرقہ میں نہیں پڑے مگر بعد اس کے کہ اُن کے پاس علم آچکا صرف آپس کی کد اور ضد کی وجہ سے۔

فلذٰلک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم (شوریٰ ۱۵)

تو اسی کی بس آپ دعوت دیتے رہیے اور جیسا کہ آپ مامور ہیں ثابت قدم رہیے اور ان کے "اہواء" کی پیروی نہ کیجیے۔

جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون

ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر رکھا ہے اس کی پیروی کیجئے اور ان لوگوں کے "اہواء" کی پیروی نہ کیجئے جو علم سے محروم ہیں۔

(جاثیہ ۱۸)

وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ ط

اور اہل کتاب تفرقہ میں نہیں پڑے مگر بعد اس کے کہ کھلا ہوا ثبوت اُن کے سامنے آچکا اور انہیں نہیں حکم تھا مگر اس کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں نری کھری توحید کے ساتھ اور حقوق اللہ اور حقوق الناس ادا کرتے رہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔

(البینہ ۴-۵)

فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ط

تو اللہ نے پیغمبروں کو بھیجا ثواب، عذاب کی خبروں کے ساتھ اور ان کے ساتھ اپنا قانون بھیجا حق کے ساتھ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے اُس میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور نہیں اختلاف میں پڑے مگر وہی لوگ کہ جنھیں دیا گیا تھا بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آگئیں صرف آپسی کی ضد کی وجہ سے تو اللہ نے اپنے حکم سے اُن لوگوں کی جو ایمان لائے رہنمائی فرمائی اُس حقیقت کی طرف جس میں وہ لوگ اختلاف کر رہے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

(بقر ۲۱۳)

ولا تتبع اھواء الذین کذبوا بایاتنا والذین لا یؤمنون بالاخرۃ وھم

اور پیروی نہ کرو اُن لوگوں کے "اہواء" کی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جو آخرت

بربھم یعدلون۔

پہ ایمان نہیں رکھتے اور جو اپنے پروردگار کا دوسروں کو ہمسر قرار دیتے ہیں۔

(انعام ۱۵۱)

اس سے ظاہر ہے کہ یہ ادیان جن کی تشکیل مطابق نصوص قرآنیہ "اہوا" سے اور "بغی" کی بنا پر ہوئی ہے، نہ آپس میں ایک قرار پا سکتے ہیں اور نہ دین حق کے ساتھ متحد سمجھے جا سکتے ہیں۔ تو پھر "اتحاد ادیان" کا تصور کہاں درست ہو سکتا ہے؟

پھر جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ مختلف ادیان میں سے تو بالکل ہو سکتا ہے کہ سب باطل ہوں اور حق کوئی اور ہو مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ سب حق ہوں۔ پھر بھی چوں کہ حق کا پیغام ایک نہ ایک پہونچا ہے اور ہمیشہ پہونچتا رہا ہے جس کی ذمہ داری خالق نے ان علینا للھدیٰ کے ساتھ کی ہے تو معرکۂ ادیان و مذاہب میں ضرور ایک دین حق بھی ہے لہذا امتیاز حق و باطل کی ضرورت اور اسی کا مختتم فیصلہ ہے جیسے قرآن نے کہا ہے کہ وہ قیامت میں ہوگا۔ جب دودھ اور پانی بالکل الگ ہو جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شیء انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون۔

بلاشبہ وہ جنھوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور الگ الگ گروہ میں بٹ گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انکا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر وہ انہیں بتلائیگا کہ اُن کے کیا کرتوت تھے۔

(انعام ۱۶۰)

ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ ولولا کلمۃ الفصل لقضی بینھم وان الظالمین لھم عذاب الیم ط

کیا اُن کے کچھ ایسے خدائی کام میں شرکت کرنے والے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین قائم کر دیا جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی تھی اور اگر فیصلہ کا دن مقرر نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ کب کا ہو چکا ہوتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(شوریٰ ۲۱)

ان اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون

اللہ تمہارے درمیان روز قیامت فیصلہ کریگا اُن چیزوں کی بابت جن میں تم باہم اختلاف رکھتے تھے۔

(حج ۶۹)

اگر ادیان متحد ہوتے یا سب ہی برحق ہوتے تو قیامت میں فیصلہ ہی کاہے کا تھا؟ پھر یہ فیصلہ کوئی لفظی نہیں ہے جو بس سنا دیا جائے بلکہ وہ حسنِ انجام اور سوئے انجام کی شکل میں سامنے آنے والا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك وما كان لرسول ان يأتي بآية الا باذن الله فاذا جاء امر الله قضي بالحق وخسر هنالك المبطلون

(مومن ۷۸)

اور ہم نے آپ کے پہلے بہت پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا ہے اور کسی پیغمبر کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی معجزہ پیش کرے۔ مگر اللہ کی اجازت سے تو جب اللہ کا حکم آئیگا تو حق کے ساتھ فیصلہ ہو جائیگا اور جو باطل پر ہیں اس موقع پر خسارہ میں رہیں گے۔

پھر ارشاد ہوا ہے۔

فلما جاءتهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما كانوا به يستهزءون۔ فلما رأوا بأسنا قالوا آمنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين۔ فلم يك ينفعهم ايمانهم لما رأوا بأسنا سنة الله التي قد خلت في عباده وخسر هنالك الكافرون

(مومن ۸۳)

تو جب ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے تو وہ مگن رہے اس علم میں جو ان کے پاس تھا اور جس کا انہوں نے تمسخر کیا۔ اسی عذاب میں مبتلا ہوئے تو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اب ہم اکیلے اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جنھیں شریک قرار دے رہے تھے ان کے ہم منکر ہوتے ہیں تو یہ ایمان لانا انھیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب کہ انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہو۔ اور اس موقع پر کافر لوگ خسارہ اٹھائیں گے۔

اور سنیئے۔

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين

(آل عمران ۸۵)

جو اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔

ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءهم البينات واولئك لهم عذاب عظيم ط

(آل عمران ۵)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو تفرقہ میں پڑ گئے اور باہمی اختلافات میں مبتلا ہو گئے اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آ چکیں اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اب قرآن مجید کے اتنے کثیر التعداد تصریحات کے ساتھ یہ تصور بھی کہاں صحیح ہو سکتا ہے کہ اسلام نجات کو کسی خاص معتقدات کے ساتھ وابستہ نہیں کرتا بلکہ جس دین کا بھی چاہے پیرو ہو، بس اعمال درست رکھے۔ یہ کافی ہے۔

یہ تصور ہرگز اسلامی تعلیم کی رو سے درست نہیں ہے۔ ورنہ پھر اسلام و کفر کا کوئی محاذ ہی رسول اور ان کے مخالفین کے درمیان کیوں قائم ہوتا اور تصدیق و تکذیب کے درمیان خط فاصل ہی کیوں کھنچتا؟ کیوں کہ جو مکذبین ہوتے ہیں وہ بھی کچھ معتقدات تو رکھتے ہی ہیں۔ نہ ان کے معتقدات کے خلاف کسی پیغام کے دینے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ صرف عملی و اخلاقی تبلیغات پر اکتفا کی جاتی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اور رسول کو بڑے ہنگامہ کا مقابلہ اپنی صرف اس تبلیغ بارہ سے کرنا پڑا جو دوسروں کے معتقدات کے خلاف تھی۔

اس سلسلے میں چند آیتیں اور پڑھ لیجئے۔

وقالوا كونوا هودا او نصارى تهتدوا قل بل ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين ط

(بقرہ ۱۰۰)

وہ کہتے ہیں کہ یہودی ہو، عیسائی ہدایت پاؤ گے کہیئے کہ نہیں بلکہ ابراہیم کی نری کھری ملت اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

آخری جماعت اس بات کا مظہر ہے کہ اب یہودیت اور نصرانیت جس کا نام ہے اس میں نا شرک شریک ہوگیا ہے اس لیے وہ ذریعہ ہدایت نہیں ہے ہاں اس شرک کو نکال دیا جائے تو اا پھر خالص اسلام ہوجائیگا۔ جو دین حنیفی ابراہیمی کا نام ہے۔

وانك لتدعوهم الى صراط مستقيم وان الذين لا يؤمنون بالآخرة عن الصراط لناكبون

(حج ۷۲)

بلاشبہ آپ انہیں ایک سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔

وان یکذبوك فقد كذب الذين من قبلهم جاءتهم رسلهم بالبينات والزبر والكتاب المنير ثم اخذت الذين كفروا فكيف كان نكير

(فاطر ۲۵)

اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) ان کے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ جن کے پاس ان کے پیغمبر کھلی ہوئی دلیلیں اور کتابیں اور روشن قانون لے کر آئے تھے۔ پھر جنھوں نے کفر اختیار کیا انھیں میں نے اپنی گرفت میں لے لیا تو دیکھا تم نے کہ کیسا تھا میرا عذاب۔

اب جب کہ عمومی طور پر غیر اسلام تمام ادیان کو اور یہود و نصاریٰ کو خصوصی طور پر نام لے کر بتایا گیا کہ وہ باطل کے راستے پر ہیں اور نجات اخروی سے محروم ہیں تو قرآن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش فضول ہے کہ دینی عقائد کا نجات کے مسئلہ میں کوئی اعتبار نہیں اور جس دین کا بھی پیرو ہو بس اعمال درست ہوں۔ نیز وحدت ادیان کا تصور بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

پھر دو آیتیں ایک مضمون کی اس کے خلاف اور ملاحظہ ہوں جن کے مشترکہ الفاظ یہ ہیں۔

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

(توبہ ۳۳ و فتح ۲۸)

وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کے علاوہ ہر دین پر اسے غلبہ عطا کرے۔

اس کے بعد اب اس حقیقت پر ذرا بھی نقاب نہیں رہی کہ اسلام اور قرآن سے جو

ثابت ہے وہ وحدت دین ہے نہ کہ وحدت ادیان۔ ہاں ایک دوسری چیز ہے "اتحاد اہل ادیان" اس کے لیے قرآن مجید دو بنیادیں پیش کرتا ہے۔ ایک ان ادیان سے متعلق ہے جو کسی رہنمائے حق کی طرف نسبت اور کسی اصل صحیح سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان میں یقیناً کچھ باقی ماندہ آثار اس پیغام حق کے موجود ہوں گے جو ان انبیاء کے ذریعہ سے پہونچا تھا اور وہ بلاشبہ دین حق سے متحد ہوں گے۔ جس کے ساتھ "اہواء و بدع" کی شرکت نے کچھ الحاقی اجزاء کا اضافہ کر دیا ہے جس نے اس دین کو ایک علیحدہ صورت دیدی ہے لہذا کرنے کا کام یہ ہے کہ ان تمام ادیان سے ان خطوط مشترکہ کا استخراج کیا جائے جو ان سب میں متفقہ حیثیت رکھتے ہیں اور ان اصول کو ایک پرچم کی حیثیت سے فرض کر کے اس کے زیر سایہ ان تمام مذاہب کے ماننے والے متفق ہو جائیں۔

یہ بنیاد وہ ہے جس نے قرآن مجید نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

قل یا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله

(آل عمران ۹۰)

کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں حیثیت رکھتی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں اور کچھ افراد ہم میں کے دوسرے افراد کو اللہ کے علاوہ رب نہ ماننے لگیں۔

اس وقت کے ماحول کی بناء پر اگرچہ یہاں مخاطب اہل کتاب ہی کو بنایا گیا ہے جس سے مراد یہود و نصاریٰ ہوتے ہیں لیکن اگر تلاش کی جائے تو دوسرے ممالک کے قدیم رہنماؤں کے تعلیمات میں بھی مشترکہ اقدار مل جائیں گے اور وہی قرینہ ہیں اس کا کہ وہ رہنما اسی سلسلۂ حق کی کڑی تھے جس کے افراد سے کوئی ملک خالی نہیں رہا ہے اور ان مشترکہ اقدار کو لے کر ایک اتحادی مرکز ان تمام اہل ادیان کا قائم کیا جا سکتا ہے جس سے نوع انسانی کو بیش قرار فائدہ حاصل ہونے کے امکانات ہیں۔

دوسری صورت وہ ہے جسے موجودہ زمانہ کے اصطلاحات کے لحاظ سے "بقائے باہم"

کا اصول کہنا چاہیئے جس کو آج کل کے متضاد نظام ہائے فکر کے درمیان بطور ایک نباہ
شکل کے امن عالم کے مفاد کے لیے تجویز کیا گیا ہے مگر وہ چودہ سو برس پہلے قرآن پیش کر چ
ہے۔ اپنے اس مستقل ایک سورۃ میں جو "سورۂ کافرون" کے نام سے موسوم ہے ج
کا مرکزی مقصد اس کے آخری جملہ میں مضمر ہے کہ "لکم دینکم ولی دین"
یہ طریقہ ان مذاہب پر بھی حاوی ہے جن کا کسی رہنمائے حق سے کوئی علاقہ نہ ہو او
جن میں دین صحیح کے ساتھ کوئی نقطۂ مشترک نہ ہو تو ان کو آپس میں اسی بنیاد پر سمجھوتا کر ل
چاہیئے ایک دوسرے کے ساتھ تعرض نہ کرے اور اگر افہام و تفہیم کے ذریعہ سے ایک نقط
پر جمع ہونا ممکن نہ ہو تو پر امن طریقہ پر زندگی گزارنے کے لیے لازمی یہی صورت اختیار کر
پڑے گی جسے صحیح حدود میں سیکولر نظام کی بنیاد بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔